عہد نبوی کے انتظامی امور

سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں

پروفیسر ڈاکٹر مخدوم محمد روشن صدیقی
ایسوسی ایٹ پروفیسر: ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک کلچر، گورنمنٹ کالج حیدرآباد (کالی موری)

Abstract

In the age of the Holy Prophet (P.B.U.H) the system of the administration

Age of Holy Prophet was a golden period in which revolutionary achievements took place for muslims.

The affairs of administration, Economic system, Social and exterior affairs has been reformed. All the persons of the estate, should be treated in the same manner. No difference should be take place.

Accountability for all the persons should be same and equal. Due to these struggles, golden society can be come into existence. Even today, if we act upon any Islamic system, then our country will be model of paradise.

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشگوار زندگی کے اسلوب اور طریقے بتائے ہیں جو آج تمدن عالم کے نظام کی بنیاد ہیں۔ اگر تمام تر نہ سہی اکثر تو یقیناً ہے۔ اور تم اے مسلمانو! غفلت میں بھٹکے پھر رہے ہو تو تعجب ہے کہ غیر مسلم تو اسلام کی طرف راغب ہو رہے ہوں اور تم اس کو رد کر رہے ہو تم کو چاہیئے کہ تم اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرو۔(1)

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ رب العزت نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نبوت اور بادشاہت دونوں کو جمع کر دیا تھا۔ اس سے قبل کسی کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہوا تھا۔ فتح مکہ کے دن ابوسفیان نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ تمہارا بھتیجہ تو بہت بڑا بادشاہ بن گیا ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ نہیں بلکہ وہ تو نبوت کی وجہ سے ہے اور دنیا نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس تحمل، درگذار

اور شان عبدیت کا مظاہرہ فرمایا۔ آپ ﷺ بادشاہ سے بھی بڑے تھے۔ لیکن جب آپ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو عامل بنایا تو شریعت اسلامی کی نگرانی اور نبوت والے احکام کے مفہوم میں مقرر فرمایا۔ نہ کہ بادشاہی کے طرز پر۔(2)

یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کی عمر مبارک ساٹھ (۶۰) برس کی ہوگئی لیکن اس عمر میں بھی حکومت کے تمام کام خود انجام دیتے تھے۔ **ولاۃ اور عمال** کا تقرر، موذنین اور ائمہ کا تعین، محصلین زکوۃ و جزیہ کی نامزدگی، غیر قوموں سے مصالحت، مسلمان قبائل میں جائدادوں کی تقسیم، فوجوں کی آراستگی، مقدمات کا فیصلہ، قبائل کی خانہ جنگیوں کا انسداد، وفود کے لئے تعین وظائف، اجرائے فرامین، نومسلموں کے انتظامات، مسائل شرعیہ میں افتاء، جرائم کے لئے اجرائے تعزیر، ملک کے بڑے بڑے سیاسی انتظامات، عہدہ داروں کی خبر گیری اور احتساب، دور کے صوبوں میں متعدد صحابہ گورنر اور والی بنا کر بھیج دئے گئے تھے لیکن خود مدینہ اور اطراف مدینہ کے فرائض آپ ﷺ خود انجام دیتے تھے۔

خلافت الٰہی کے ان فرائض و اعمال نے آپ ﷺ کے دل و دماغ پر جو بار عظیم ڈالا، اس نے آپ ﷺ کے نظام جسمانی کو چور کر دیا۔ عام روایتوں سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ آخر زندگی میں تہجد کی نماز بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے جو ضعف جسمانی کا اقتضاء تھا، لیکن یہ ضعف جسمانی خود کس چیز کا نتیجہ تھا۔ اس کا جواب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبان مبارک سے سننا چاہئے جن سے بڑھ کر آپ ﷺ کے اعمال زندگی کا کوئی ترجمان نہیں ہوسکتا۔

عن عبد الله بن شقيق قال سألت عائشه افكان يصلى قاعدا قالت حين حطمه الناس (3)

"عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ کیا آنحضرت ﷺ بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا ہاں! لیکن اس وقت جب لوگوں نے آپ ﷺ کو چور چور کر دیا تھا"۔

چھوٹے چھوٹے غزاوات و سرایا کے امیر الجیش اگر چہ اکابر صحابہ ہوتے تھے لیکن جو بڑے معرکے پیش آتے تھے ان کی قیادت خود آپ ﷺ بہ نفس نفیس فرماتے تھے۔ چنانچہ بدر، احد، خیبر، فتح مکہ، تبوک میں خود آپ ﷺ ہی امیر العسکر تھے۔ اس کا مقصد صرف فوج کا لڑانا اور آخر فتح و ظفر حاصل کرنا نہ تھا، بلکہ فوج کی عام اخلاقی اور روحانی نگرانی کرنا تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے مجاہدین اسلام کی جن جزئی سے جزئی بے اعتدالیوں پر گرفت فرمائی ہے۔

اگر چہ آپ ﷺ کے عہد مبارک میں عہدہ قضا قائم ہو چکا تھا اور حضرت علیؓ اور حضرت معاذ بن

جبل ؓ کو آپ ﷺ نے خود یمن کا قاضی مقرر فرما کے بھیجا تھا۔ تاہم مدینہ اور اس کے حوالی و مضافات کے تمام مقدمات کا آپ ﷺ خود فیصلہ فرماتے تھے اس کے لئے کسی قسم کی روک ٹوک اور پابندی نہ تھی۔ امام بخاری نے ایک خاص باب باندھا ہے جس کا عنوان یہ ہے:۔

باب ماذکر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن لہ بواب (4)

"یعنی آنحضرت ﷺ کے دروازے پر دربان نہ تھا"

اس بنا پر گھر کے اندر بھی آپ ﷺ اطمینان و سکون کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتے تھے۔ عورتوں کے معاملات عموماً زنانخانہ ہی میں پیش ہوتے تھے۔ احادیث کی کتابوں میں آپ ﷺ کے فیصلوں کا اتنا ذخیرہ موجود ہے کہ اگر ان کو جمع کیا جائے تو ایک ضخیم جلد تیار ہو جائے۔ عموماً احادیث کی کتاب البیوع میں دیوانی کے مقدمات اور کتاب القصاص والدیات وغیرہ میں فوجداری کے مقدمات مذکور ہیں۔

منصب نبوت کے بعد آپ ﷺ کی ذاتی حیثیت تقریباً فنا ہو گئی تھی اس لئے آپ ﷺ کی خدمت میں جو لوگ حاضر ہوتے تھے ان کا تعلق بھی خلافت الٰہی یا نبوت ہی کے ساتھ ہوتا تھا اور آپ ﷺ اسی حیثیت سے ان کی مہمانداری فرماتے تھے، مہمانوں کی زیادہ تر تعداد قبول اسلام کے لئے آتی تھی جن مہمانداری کے لئے آپ ﷺ نے ابتدائے نبوت ہی سے خاص طور پر حضرت بلال ؓ کو مامور فرما دیا تھا۔ چنانچہ جب کوئی تنگدست مسلمان آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ ﷺ اس کو برہنہ تن دیکھتے تو حضرت بلال ؓ کو حکم دیتے اور وہ قرض لیکر اس کے کھانے اور کپڑے کا انتظام کرتے جب آپ ﷺ کے پاس کہیں سے کچھ مال آتا تو اس کے ذریعہ سے وہ قرض ادا کیا جاتا، یہاں تک کہ اگر کوئی شخص آپ ﷺ کو ذاتی طور پر ہدیہ دیتا تو وہ بھی اسی صیغہ میں صرف کیا جاتا۔ (5)

کبھی کبھی اس غرض کے لئے آپ ﷺ تمام صحابہ کو صدقہ و خیرات کی ترغیب دیتے اور جو رقم ہوتی وہ ان مفلوک الحال مہاجرین کی اعانت میں صرف ہوتی۔ چنانچہ ایک بار مہاجرین کی ایک برہنہ پا و سر جماعت آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ ہر شخص کے بدن پر صرف ایک چادر اور گلے میں ایک تلوار لٹکی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے ان کی پریشان حالی دیکھی، دیکھا تو چہرے کا رنگ بدل گیا۔ فوراً حضرت بلال ؓ کو اذان کا حکم دیا۔ نماز سے فارغ ہونے بعد ایک خطبہ میں تمام صحابہ کو اُن لوگوں کی اعانت کی ترغیب دی۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ ایک انصاری اٹھے اور ایک ٹوکرا جو اس قدر وزنی تھا کہ ان سے بمشکل اٹھایا جا سکتا تھا، لاکر آپ ﷺ کے آگے ڈال دیا۔ اس سے تمام لوگوں میں اور بھی جوش پیدا ہوا اور تھوڑی دیر میں ان بے سروسامان مہاجرین کے آگے غلہ اور کپڑے کا ڈھیر لگ گیا۔ (6)

فتح مکہ کے بعد تمام اطراف ملک سے بکثرت وفود آنے لگے۔ آپ ﷺ نے بہ نفس نفیس

ان کی خاطر مدارات کرتے تھے اور ان کے لئے حسب حاجت وظائف اور سفر کے مصارف ادا فرماتے تھے ۔قبائل پر اس کا بہت اچھا اثر پڑتا تھا۔آپ ﷺ اس کا اس قدر لحاظ فرماتے تھے کہ وفات کے وقت آپ ﷺ نے جو آخری وصیتیں فرمائی تھیں ان میں ایک یہ بھی تھا۔

''جس طرح میں وفود کو عطیہ دیا کرتا تھا اسی طرح تم بھی دیا کرنا''(7)

تمدن اسلام کے دور ترقی میں محکمہ احتساب ایک مستقل محکمہ تھا جو نہایت وسیع پیمانہ پر تمام قوم کے اخلاق وعادات، بیع وشراء اور معاملات کی درستگی کی نگرانی کرتا تھا۔لیکن آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں یہ محکمہ قائم نہیں ہوا تھا بلکہ خود ہی آپ ﷺ اس فرض کو ادا فرماتے ے تھے۔ ہر شخص کے جزئیات اخلاق اور فرائض مذہبی کے متعلق آپ ﷺ وقتاً فوقتاً نگرانی فرماتے رہتے تھے۔تجارتی معاملات کی بھی نگرانی آپ ﷺ خود فرماتے تھے۔عرب میں تجارتی معاملات کی حالت نہایت قابل اصلاح تھی اور مدینہ میں آنے کے ساتھ ہی آپ ﷺ نے ان اصلاحات کو جاری کر دیا لیکن تمام لوگوں سے اصلاحات پر عمل کرانا صیغہ احتساب سے تعلق رکھتا تھا۔ چنانچہ نہایت سختی کے ساتھ ان معاملات کی نگرانی فرماتے تھے اور تمام لوگوں سے ان پر عمل کرواتے تھے اور جو لوگ باز نہیں آتے تھے ان کو سزائیں دلاتے تھے۔صحیح بخاری کتاب البیوع میں ہے۔

"حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کے عہد میں دیکھا کہ جو لوگ تخمیناً غلہ خریدتے تھے ان کو اس بات پر سزا دی جاتی تھی کہ اپنے گھروں میں منتقل کرنے سے پہلے اس کو خود اسی جگہ بیچ ڈالیں جہاں اس کو خریدا تھا"۔

کبھی کبھی تحقیق حال کے لئے آپ ﷺ خود بازار تشریف لے جاتے، ایک بار آپ ﷺ بازار میں گزرے تو غلہ کا ایک انبار نظر آیا اس کے اندر ہاتھ ڈالا تو نمی محسوس ہوئی۔دوکاندار سے دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ بارش سے بھیگ گیا ہے۔ارشاد ہوا کہ پھر اس کو اوپر کیاں نہیں کرلیا تا کہ ہر شخص کو نظر آئے جو لوگ فریب دیتے ہیں وہ ہم میں سے نہیں ہیں۔(8)

فرائض احتساب میں آپ ﷺ کا سب سے بڑا فرض عمال کا محاسبہ تھا،یعنی جب عمال زکوٰۃ اور صدقہ وصول کر کے آتے تھے تو آپ ﷺ اس غرض سے ان کا جائزہ لیتے تھے کہ انہوں نے کوئی ناجائز طریقہ تو نہیں اختیار کیا ہے۔ چنانچہ ایک بار آپ ﷺ نے ابن اللتبیہ کو صدقہ وصول کرنے کے لئے مامور فرمایا۔وہ اپنی خدمت انجام دے کہ واپس آئے اور آپ ﷺ نے ان کا جائزہ لیا تو انہوں نے کہا یہ مال مسلمانوں کا ہے اور یہ مجھ کو ہدیتہً ملا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ گھر بیٹھے بیٹھے کو یہ ہدیہ کیوں نہیں ملا"۔اس کے بعد آپ ﷺ نے ایک عام خطبہ دیا جس میں اس کی سخت ممانعت فرمائی۔

قضایا، اقامت عدل، بسط امن، رفع نزاع کیلئے متعدد ولاۃ احکام کی ضرورت تھی۔ اس غرض سے آپ ﷺ نے متعدد صحابہؓ کو مختلف مقامات کا حاکم ووالی مقرر فرمایا۔

ان ولاۃ یعنی گورنروں کا تقرر ملک کی وسعت اور ضروریات کے لحاظ سے ہوتا تھا۔ آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں عرب کے جو حصے اسلام کے زیر سایہ آئے ان میں یمن سب سے زیادہ وسیع اور متمدن تھا۔ اور مدت تک ایک باقاعدہ سلطنت کے زیر سایہ رہ چکا تھا۔ اس بنا پر آنحضرت ﷺ نے اس کو پانچ حصوں میں منقسم فرمایا اور ہر ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ گورنر مقرر فرمائے۔ خالد بن سعیدؓ کو صنعاء پر ، مہاجر بن ابی امیہؓ کو کندہ ، زیاد بن لبیدؓ کو حضر موت پر ، معاذ بن جبلؓ کی جند پر ، ابو موسیٰ اشعریؓ کو زبید ، زمعہ ، عدن اور سواحل پر۔(9)

عموماً جب کسی مہاجر کو کہیں کا عامل مقرر فرماتے تھے تو اسی کے ساتھ ایک انصاری کا تقرر بھی فرماتے تھے۔ ملکی انتظام ، فصل مقدمات اور تحصیل خراج وغیرہ کے علاوہ ان اعمال کا سب سے مقدم فرض اشاعت اسلام اور سنن وفرائض کی تعلیم تھی۔ لہذا یہ لوگ حاکم اور والی صوبہ ہونے کے ساتھ مبلغ دین اور معلم اخلاق کی حیثیت بھی رکھتے تھے۔

لیکن اہل عرب کے دلوں کے مسخر کرنے کے لئے ان تمام چیزوں سے زیادہ رفق وملاطفت نرمی اور خوشخوئی کی ضرورت تھی جن کی آمیزش سیاست اور حکومت کے اقتدار کے ساتھ تقریباً ناممکن ہوجاتی ہے ، اس لئے آنحضرت ﷺ گورنروں کو بار بار اس کی طرف متوجہ فرماتے تھے۔ چنانچہ جب معاذ بن جبلؓ کو ایک صحابی کے ساتھ یمن کی گورنری پر روانہ فرمایا تو پہلے دونوں کو عام طور سے وصیت فرمائی۔

یسر اولا تعسر اوبشر اولا تنفر واتطاوعا ولا تختلفا۔(10)

" آسانی پیدا کرنا ، دشواری نہ پیدا کرنا ، لوگوں کو بشارت دینا اور ان کو وحشت زدہ نہ کرنا ، باہم اتفاق رکھنا اور اختلاف نہ کرنا"۔

اس پر بھی تسکین نہ ہوئی تو معاذ بن جبلؓ جب رکاب میں پاؤں ڈال چکے تو ان سے خاص طور پر یہ الفاظ فرمائے۔

احسن خلقك للناس

"لوگوں کے ساتھ خوش خلقی سے ساتھ برتاؤ کرنا"۔

اگر یہ اصول صحیح ہے کہ کوئی حکومت کتنی ہی رحمدل کیوں نہ ہو لیکن ابتداء میں جب وہ کسی ملک کو اپنے قبضہ اقتدار میں لاتی ہے تو سرکش لوگوں کے مطیع کرنے کے لئے اس کو مجبوراً سختیاں کرنی پڑتی ہیں تو عرب سب سے زیادہ اس کا مستحق تھا لیکن آنحضرت ﷺ کی اسی مقدس تعلیم کا نتیجہ تھا کہ ریگستان عرب کا ایک

ذرہ بھی ولاۃ کے مظالم کے سنگ گراں سے نہ دیا۔ یہاں تک کہ اخیر زمانہ میں جب صحابہ عمال حکومت کے مظالم کو دیکھتے تو ان کو سخت استعجاب ہوتا تھا اور وہ آنحضرت ﷺ کے تلقینات کے ذریعہ سے ان کو روکتے تھے۔ چنانچہ ایک بار ہشام بن حکیم بن حزام نے دیکھا کہ شام کے کچھ نبطی دھوپ میں کھڑے کئے گئے ہیں، انہوں نے لوگوں سے اس کی وجہ پوچھی۔ لوگوں نے کہا کہ جزیہ وصول کرنے کے لئے ان لوگوں کے ساتھ یہ سختی کی جارہی ہے۔ انہوں نے یہ سن کر کہا:

اشهد لسمعت رسول الله علیه وسلم یقول ان الله یعذب الذین یعذبون الناس فی الدنیا

"میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا ہے کہ خدا ان لوگوں کو سزا دے گا جو لوگوں کو دنیا میں عذاب دیتے ہیں"۔(11)

عمال کا انتخاب خود رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے اور جو لوگ اپنے آپ کو اس خدمت کے لئے خود پیش کرتے تھے ان کی درخواست نامنظور ہوتی تھی۔ چنانچہ ابو موسیٰ اشعریؓ کے ساتھ دو شخص آئے اور عامل بننے کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم کیا کہتے ہو انہوں نے کہا کہ مجھ کو یہ خبر نہ تھی کہ یہ لوگ اس غرض سے آئے ہیں۔ آپ ﷺ نے ان دونوں کی درخواست نامنظور کی اور فرمایا کہ جو لوگ خود خواہش کرتے ہیں ہم ان کو عامل مقرر نہیں کرتے۔ لیکن اسی وقت حضرت ابو موسیٰ اشعری کو بلا درخواست یمن کا عامل مقرر کر کے روانہ فرمایا۔

عمال کو صرف بقدر ضرورت معاوضہ ملتا تھا، آپ ﷺ نے عام منادی فرمادی تھی کہ جو شخص ہماری مقررہ شرح سے زیادہ لے گا، وہ خیانت مالی ہے، مقدار ضرورت کی تصریح خود آپ ﷺ نے فرمادی تھی۔

من کان لنا عاملا فلیکتسب زوجه فان لم یکن له خادمٌ فلیکتسب خادما وان لم یکن له مسکن فلیکتسب مسکنا ومن اتخذ غیر ذلك فهو غال

جو شخص ہمارا عامل ہو اس کو ایک بی بی کا خرچ لینا چاہئے اگر اس کے پاس نوکر نہ ہو تو نوکر کا۔ اگر مکان نہ ہو تو مکان کا، لیکن اگر کوئی اس سے زیادہ لے گا تو وہ خائن ہوگا،

آپ ﷺ کے زمانے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اس قسم کا معاوضہ ملا تھا۔ چنانچہ ان کے عہد خلافت میں جب صحابہ نے زہد و تقدس کی بناء پر معاوضہ لینے سے انکار کیا تو انہوں نے آنحضرت ﷺ کے اسی طرز عمل سے استدلال کیا۔(12)

عرب میں اب کفر و شرک کا بالکل وجود نہ تھا، کہیں کہیں صرف مجوس، نصاری اور یہودیوں کی

آبادیاں تھیں، ان میں معتد بہ افراد نے گو نور ایمان سے قلوب کو روشن کرلیا تھا لیکن مجموعی حیثیت سے وہ اب تک تاریکی میں تھے۔ تاہم خلافت الٰہی کی ہمہ گیر قوت سے وہ سرتابی نہ کر سکے۔ حجاز کے یہودیوں کے سوا عرب کی تمام قوموں نے بخوشی اسلام کی اطاعت قبول کی۔ اس لئے اسلام نے بھی ان کی جان و مال، عزت و آبرو اور مذہب کی حفاظت کی تمام ذمہ داری اپنے سر لے لی اور اس کے مقابلہ میں جزیہ کی ایک خفیف رقم (یعنی ہر مستطیع عاقل بالغ مرد ایک دینار سالانہ) ان پر مقرر کی، اس رقم کا نقد روپیہ کی صورت میں ادا ہونا ضروری نہ تھا بلکہ عموماً جہاں جس چیز کی پیداوار ہوتی تھی یا جو چیز بنتی تھی وہی چیز جزیہ قرار پائی۔

غیر قوموں میں سب سے پہلے آنحضرت ﷺ نے ۷ ھ میں خیبر، فدک، وادی القریٰ، تیاء کے یہودیوں سے مصالحت فرمائی۔ اس وقت تک آیت جزیہ کا نزول نہیں ہوا تھا اس بناء پر باہمی رضامندی سے جو شرائط قرار پا گئے تھے وہ آیت جزیہ کے نزول کے بعد بھی قائم رہے۔ اصل شرط یہ تھی کہ وہ رعایا کی حیثیت سے کام کرینگے اور پیداوار کا نصف حصہ خود لیں گے اور نصف مالکوں کو ادا کریں گے۔

۹ ھ میں جزیہ کی آیت نازل ہوئی اس کے بعد تمام معاہدے اسی کی رو سے قرار پائے۔ نجران کے عیسائیوں نے مدینہ میں آکر مصالحت کی درخواست کی جس کو آپ ﷺ نے منظور فرمایا، شرائط صلح یہ تھے کہ وہ مسلمانوں کو سالانہ دو ہزار کپڑے دیں گے اور ان کو دو قسطوں میں یعنی آدھا ماہ صفر اور آدھا ماہ رجب میں ادا کردیں گے۔ اگر یمن میں کبھی بغاوت یا شورش ہوگی تو وہ عاریۃً تیس زرہیں، تیس گھوڑے اور تیس تیس عدد ہر قسم کے ہتھیار دیں گے اور مسلمان ان کی واپسی کے ضامن ہوں گے۔ اس کے معاوضہ میں جب تک وہ سودی لین دین یا بغاوت نہ کریں گے، نہ ان کے گرجے ڈھائے جائیں گے نہ ان کے پادری نکالے جائیں گے، نہ ان کو ان کے مذہب سے برگشتہ کیا جائے گا۔

حدود شام میں بہت سے عیسائی اور یہودی گاؤں میں آباد تھے۔ رجب ۹ ھ میں غزوہ تبوک کے موقع پر دومتہ الجندل ایلہ، مقنا، جرباء، اذرح، تبالہ اور جرش کے جو عیسائی اور یہودی زمیندار اسلام نہیں لائے بلکہ جزیہ دینا قبول کیا، اُن میں سے ہر بالغ مرد پر ایک دینار سالانہ مقرر ہوا۔ اور مسلمان جب ادھر سے گزریں تو ان کی ضیافت بھی ان پر لازمی قرار دی گئی۔ ایک آسانی یہ بھی دی گئی کہ اگر نقد نہ ادا کرسکیں تو اسی کے برابر معاوضہ معافری کپڑے دیا کریں۔ بحرین کے مجوسیوں سے بھی جزیہ کی اسی شرح مقدار پر مصالحت کی گئی۔ (13)

اسلام تمام دنیا کے تفرقوں کو عموماً اور عرب کے اختلافات کو خصوصاً مٹانے کے لئے آیا تھا، اس بنا پر آنحضرت ﷺ نے اس کو اپنا ایک ضروری فرض قرار دیا تھا اور جب آپ ﷺ کو اس قسم کے منازعات کی خبر ہوتی تھی تو آپ ﷺ اصلاح کو تمام مذہبی فرائض پر مقدم رکھتے تھے۔ چنانچہ ایک بار قبیلہ بنو عمرو بن

عوف کے چند اشخاص کے درمیان نزاع پیدا ہوئی، آپ ﷺ کو معلوم ہوا تو چند صحابہ کے ساتھ ان میں مصالحت کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ کو اس معاملہ مین دیر ہوئی اور نماز کا وقت آ گیا۔ حضرت بلال ؓ نے اذان دی لیکن اذان کے بعد بھی آپ ﷺ تشریف نہیں لائے۔ تھوڑی دیر کے انتظار کے بعد انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کو امام بنا کر نماز شروع کی۔ آپ ﷺ اسی حالت میں تشریف لائے اور صفوں کو چیرتے ہوئے اگلی صف میں جا کھڑے ہوئے، حضرت ابو بکرؓ اگر چہ نماز میں ادھر ادھر نہیں دیکھتے تھے لیکن جب لوگوں نے زور زور سے تالیاں بجانی شروع کیں تو انہوں نے پیچھے مڑ کر دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کھڑے ہیں۔ آپ ﷺ نے اگر چہ ہاتھ سے اشارہ کیا کہ کھڑے رہیں لیکن آپ ﷺ کی موجودگی میں انہوں نے امامت کرانا سؤ ادب خیال کیا اس لئے پیچھے ہٹ آئے۔ اور آنحضرت ﷺ آگے بڑھ کر ان کی جگہ کھڑے ہو گئے۔ ایک بار اہل قباء کے درمیان نزاع قائم ہوئی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ لوگوں نے باہم سنگ اندازی کی۔ آنحضرت ﷺ کو خبر ہوئی تو آپ ﷺ صحابہ کے ساتھ مصالحت کرانے کی غرض سے تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ اتنی دور پیدل گئے تھے۔

ابن ابی حدرد پر حضرت کعب بن مالک ؓ کا کچھ قرض تھا۔ انہوں نے مسجد میں تقاضا کیا، حدرد قرض کا ایک حصہ معاف کرانا چاہتے تھے، لیکن وہ اس پر راضی نہ ہوتے تھے۔ بات زیادہ بڑھی اور شور وغل ہوا۔ تو آپ ﷺ گھر کے اندر سے نکل آئے اور کعبؓ کو پکارا۔ کعبؓ نے لبیک کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ نصف معاف کر دو۔ وہ راضی ہو گئے تو آپ ﷺ نے حدرد سے کہا کہ " جاؤ اور بقیہ حصہ ادا کر دو۔" (14)

اس قسم کے سینکڑوں جزئی واقعات روزانہ پیش آیا کرتے تھے۔ مدینہ میں اور مدینہ سے باہر دیگر فرائض کی انجام دہی کے لئے اکابر صحابہ اور ارباب استعداد کو مختلف عہدوں پر مقرر فرمایا، کتابت وحی، نامہ و پیام، اجرائے احکام وفرامین کے لئے سب سے پہلی ضرورت عہدہ انشاء اور کتابت کی تھی۔ اسلام سے پہلے عرب میں عام طور پر لکھنے پڑھنے کا رواج نہ تھا۔ لیکن اسلام عرب کے لئے رحمتوں کا جو خزانہ لایا تھا اس میں ایک شے یہ بھی تھی کہ اسیران بدر میں نادار لوگوں کا فدیہ صرف یہ قرار دیا گیا کہ وہ مدینہ کے بچوں کو لکھنا سکھا دیں۔ حضرت زید بن ثابت ؓ نے جن کے سپرد کتابت وحی کی مقدس خدمت تھی، اسی طریقہ پر تعلیم پائی تھی۔ ابو داؤد کی ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ اصحاب صفہ کو جو تعلیم دیجاتی تھی اس کا ایک جزو کتابت کی تعلیم بھی تھی۔

عہدہ قضا گویا آنحضرت ﷺ کی ایک حیثیت سے نیابت تھی اس لئے مختلف اوقات میں بڑے بڑے صحابہ اس خدمت پر مامور کئے گئے جن میں شرحبیل بن حسنہ کندی رح سب سے پہلے اس شرف سے ممتا

زہوئے۔ یہ نہایت قدیم الاسلام تھے، مکہ میں انہی نے سب سے پہلے کتابت وحی کا فرض انجام دیا۔ قریش میں سب سے پہلے کاتب عبداللہ ابی سرحؓ تھے، مدینہ میں اس کی اولیت کا شرف حضرت ابی بن کعب کو حاصل ہوا۔ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عامر بن فہیرہؓ، حضرت عمرو بن العاصؓ، حضرت عبداللہ بن ارقمؓ، حضرت ثابت بن قیس بن شماسؓ، حضرت حنظلہؓ، ابن الربیع الاسدیؓ، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ، حضرت خالد بن ولیدؓ، حضرت خالد بن سعید بن العاصؓ، حضرت علاء بن حضریؓ، حضرت حذیفہ بن الیمانؓ، حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ، حضرت زید بن ثابتؓ مختلف اوقات میں اس منصب پر مامور ہوئے۔ اگر چہ تمام بزرگوں کو کبھی کبھی یہ خدمت ادا کرنی پڑتی تھی، چنانچہ صلح نامہ حدیبیہ حضرت علیؓ نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا۔ امراء اور سلاطین کے نام خطوط حضرت عامر بن فہیرہؓ لکھتے تھے اور امرائے عمان کے نام آپ ﷺ نے جو مکتوب بھیجا تھا وہ حضرت ابی بن کعبؓ کا لکھا تھا۔ قطن بن حارثہ کو جو خط بارگاہ نبوت سے بھیجا گیا تھا، وہ حضرت ثابت بن قیسؓ نے لکھا تھا۔ لیکن عام طور پر یہ خدمت حضرت زید بن ثابتؓ کے سپرد تھی اور صحابہ کے گروہ میں ان کا نام اسی حیثیت سے زیادہ نمایاں ہے۔

حضرت زید بن ثابتؓ نے آنحضرت ﷺ کے ارشاد سے ان تمام بزرگوں پر ایک خاص امتیاز حاصل کیا کہ عبرانی زبان سیکھی، جس کی ضرورت یہ پیش آئی کہ مدینہ میں آنحضرت ﷺ کو زیادہ تر یہود سے تعلق رہتا تھا جن کی مذہبی زبان عبرانی تھی، اس بنا پر آپ ﷺ نے حضرت زید بن ثابتؓ کو عبرانی زبان سیکھنے کا حکم دیا اور انہوں نے پندرہ دن میں اس میں مہارت حاصل کر لی۔ (15)

عرب کا خلوص اور جوش ایمان اگر چہ خود ان کو صدقہ وزکوۃ کے ادا کرنے پر آمادہ کر دیتا تھا۔ چنانچہ اسلام لانے کے ساتھ ہی ہر قبیلہ اپنی قوم کا صدقہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں خود پیش کرتا اور آپ ﷺ کی دعا سے برکت اندوز ہوتا تھا۔ لیکن ایک وسیع ملک اور ایک وسیع حکومت کے لئے یہ طریقہ کافی نہ تھا اس لئے ولاۃ کے علاوہ یکم محرم ۹ کو آنحضرت ﷺ نے صدقہ وزکوۃ کے وصول کرنے کے لئے ہر قبیلہ کے لئے الگ الگ محصلین مقرر فرمائے جو قبائل کا دورہ کر کے لوگوں سے زکوۃ اور خراج وصول کر کے آپ ﷺ کی خدمت مبارک میں پیش کرتے تھے۔ عموماً خود روسائے قبائل اپنے اپنے قبیلوں کے محصل ہوتے تھے۔ اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عموماً ان کا تقرر وقتی ہوتا تھا۔

بہر حال آپ ﷺ نے اس فرض کی انجام دہی کے لئے حسب ذیل اشخاص کو مختلف قبائل اور شہروں میں متعین فرمایا۔

نام	مقام تقرر	نام	مقام تقرر
عدی بن حاتم	طے و بنی اسد	ابوجہم بن حذیفہ	بنولیث
صفوان بن صفوان	بنی عمرو	ایک ہذیلی	بنوہذیم
مالک بن نویرہ	بنوحنظلہ	عمر فاروقؓ	شہر مدینہ
بریدہ بن حصیب الاسلمی	عقار و اسلیم	ابوعبیدہ بن جراح	شہر نجران
عباد بن بشر الاشہلی	سلیم مزینہ	عبداللہ بن رواحہ	شہر خیبر
رافع بن مکیث جہنی	جہنیہ	زیاد بن لبید	حضرموت
زبرقان بن بدر	بنوسعد	ابوموسیٰ اشعری رضہ	صوبہ یمن
قیس بن عاصم	بنوسعد	خالد رضہ	صوبہ یمن
عمرو بن العاص	بنوفزارہ	ابان بن سعید	بحرین
ضحاک بن سفیان کلابی	بنوکلاب	محمہ بن جزر الاسدی	تحصیل خمس
بسر بن سفیان کلابی	بنوکعب	عمرو بن سعید بن عاص	تیما
عبداللہ بن اللبیتہ	بنوذبیان	عیتیہ بن حسن فزاری	بنوتمیم

1- ان محصلین کے تقرر میں آپ ﷺ حسب ذیل امور کی پابندی فرماتے تھے:

①. ان کو ایک فرمان عطا ہوتا تھا جس میں بہ تصریح بتایا جاتا تھا کہ کس قسم کے مال کی کتنی تعداد میں زکوٰۃ کی کیا مقدار ہے؟ چھانٹ کر مال لینے کی یا حق سے زیادہ لینے کی اجازت نہ تھی، عام حکم تھا کہ ایاک وکرائم اموالھم یہ عمال نہایت شدت کے ساتھ اس فرمان پر عمل کرتے تھے اور اس سے تجاوز جائز نہیں رکھتے تھے۔ بعض لوگوں نے بخوشی حق سے زیادہ دینا چاہا لیکن انہوں نے قبول نہیں کیا۔ سوید بن غفلہ کا بیان ہے کہ ہمارے پاس حضرت محمد ﷺ کا محصل آیا، میں جا کر اس کے پاس بیٹھا تو اس نے پہلے جانوروں کے ان اقسام کو بیان کیا جن کے لینے کی فرمان میں اجازت نہ تھی، چنانچہ اسی وقت ایک شخص ایک نہایت عمدہ کوہان دار اونٹنی لے کر حاضر ہوا۔ اور اس کی خدمت میں پیش کی لیکن اس نے انکار کر دیا۔ اسی طرح جب ایک شخص نے ایک محصل کو بچے والی بکری دی تو اس نے کہا کہ ہم کو اس کے لینے کی ممانعت کی گئی ہے۔

②. عرب کے مال و دولت کی کل کائنات بکریوں کے ریوڑ اور اونٹوں کے گلے تک محدود تھی جو

جنگلوں میں بیابانوں مین، پہاڑوں کے دامنوں میں چرتے رہتے تھے، لیکن بجائے اس کے کہ دینوی حکومتوں کی طرح جابرانہ احکام کے ساتھ لوگ خود زکوٰۃ کے جانور لاکر محصلین کے سامنے پیش کرتے، محصلوں کو خود ان دروں میں جاکر زکوٰۃ وصول کرنا پڑتی تھی۔ ایک صحابی کا بیان ہے کہ میں پہاڑ کے ایک درہ میں بکریاں چرارہا تھا کہ دو شخص اونٹ پر سوار ہوکر آئے اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے قاصد ہیں، یہاں تمہاری بکریوں کا صدقہ وصول کرنے کے لئے آئے ہیں، میں نے ایک بچہ والی شیر دار بکری پیش کی، لیکن انہوں نے کہا کہ ہم کو اس کے لینے کا حکم نہیں۔ میں نے ایک دوسرا بچہ دیا تو انہوں نے اس کو اپنے اونٹ پر لادلیا اور چلتے ہوئے۔

۳. اگرچہ صحابہؓ اپنے تقدس اور پاک باطنی کی بنا پر ہر قسم کے ناجائز مال لینے سے خود احتراز کرتے تھے چنانچہ جب آنحضرت ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ کو خیبر کے یہودیوں کے پاس بھیجا کہ وہاں کی زراعت کی نصف پیداوار حسب معاہدہ تقسیم کراکے لائیں تو انہوں نے ان کو رشوت دینا چاہی تو انہوں نے یہ کہہ کر انکار کردیا کہ "اے خدا کے دشمنو! کیا مجھے حرام مال کھلانا چاہتے ہو؟

۴. چونکہ آنحضرت ﷺ نے اپنے خاندان پر صدقہ وزکوٰۃ کا مال حرام کردیا تھا اسلئے خاندان نبوت کا کوئی فرد صدقہ کا محصل مقرر نہیں ہوا۔ ایک بار عبدالمطلب بن زمعہ بن حارث اور فضل ابن عباسؓ نے کہ چچازاد بھائی اور بھتیجے تھے، آپ ﷺ کی خدمت میں درخواست کی کہ اب ہمارا سن نکاح کے قابل ہوگیا ہے، تمام، لوگوں کی طرح ہم کو بھی صدقہ کا عامل مقرر فرمادیجئے تاکہ اس کے معاوضہ سے کچھ مال جمع کرکے نکاح کے لئے سرمایہ مہیا کریں۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ صدقہ آل محمد ﷺ کے لئے جائز نہیں ہے وہ لوگوں کا میل ہے۔(۱۶)

ان مناصب کے علاوہ بعض اور عہدے بھی سادہ طور سے قائم ہوگئے تھے۔ مثلاً فصل مقدمات کا کام اگرچہ زیادہ تر آپ ﷺ خود انجام دیتے تھے لیکن کبھی کبھی آپ ﷺ کے حکم سے حسب ذیل صحابہ نے بھی اس فرض کو انجام دیا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوف، ابن کعبؓ، معاذ بن جبلؓ، اگرشہ خلفائے راشدین کے زمانہ میں بھی باضابطہ طور پر پولیس کا محکمہ قائم نہیں ہوا اور اس کی ابتدا بنوامیہ کی سلطنت میں ہوئی، تاہم آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک میں بھی اس کا ابتدائی نمونہ قائم ہوچکا تھا چنانچہ آپ ﷺ کے عہد مبارک میں قیس بن سعدؓ اس خدمت کو انجام دیتے تھے اور اس غرض سے ہمیشہ آپ ﷺ کے ساتھ رہتے تھے۔ مجرموں کی گردن مارنے کی خدمت حضرت زبیرؓ،

حضرت علیؓ، مقداد بن الاسودؓ، محمد بن مسلمہ، عاصم بن ثابت، ضحاک بن سفیان کلابی کے سپرد تھی۔ (17)

مختلف اغراض و مصالح کی بنا پر اسلام میں آمدنی کے صرف پانچ ذرائع تھے، غنیمت، فئی زکوٰۃ، جزیہ، خراج، اول و دوم کے سوا بقیہ ذرائع آمدنی سالانہ تھے۔ غنیمت کا مال صرف فتوحات کے موقع پر آتا تھا۔ عرب میں قاعدہ تھا کہ رئیس فوج غنیمت کا چوتھا حصہ خود لیتا تھا جس کو اصطلاح میں مرباح کہتے تھے اور بقیہ جو جس کے ہاتھ لگ جاتا تھا لے لیتا تھا، تقسیم کا کوئی نظام نہ تھا، غزوہ بدر کے بعد خدا نے غنیمت کو خود اپنی ملک قرار دیا، جس میں خمس یعنی پانچواں حصہ خدا اور رسول کے نام سے حکومت الٰہی کے مصالح و اغراض کے لئے مخصوص فرمایا:۔

یسئلونك عن الانفال قل الانفال لله والرسول(18)

"اے پیغمبر! لوگ تجھ سے مال غنیمت کی نسبت پوچھتے ہیں کہدے کہ وہ خدا اور رسول کی ملک ہے۔"

خدا اور رسول کی ملکیت سے مقصود یہ ہے کہ وہ سپاہیوں کی شخصی ملکیت نہیں ہے بلکہ مصالح کی بنا پر صاحب خلافت جس طرح مناسب سمجھے اس کو صرف کر سکتا ہے۔ اسی طرح خمس کی نسبت ارشاد ہوا ہے:

واعلمو انما غنمتم من شئی فان لله خمسه وللرسول ولذی القربیٰ والیتمیٰ والمساکین وابن اسبیل(19)

"مسلمانو! جان لو کہ تم کو جو مال غنیمت ہاتھ آئے اس کا پانچواں حصہ خدا اور رسول، اہل قرابت اور یتیموں اور مسکینوں کا ہے۔"

ایک دو استثنائی واقعہ کے سواء جس میں آنحضرت ﷺ نے مال غنیمت مخصوص مہاجرین کو یا مکہ کے نومسلموں کو عنایت فرمایا، ہمیشہ آپ ﷺ کا یہ طرز عمل رہا کہ خمس کے بعد ایک ایک حصہ سپاہیوں پر برابر تقسیم فرما دیتے تھے، سواروں کو تین حصے اور پیادہ کو ایک حصہ بعض روایتوں میں ہے کہ سواروں کو صرف دو حصے ملتے تھے۔ خمس کا بھی عموماً بہت کم حصہ ذاتی مصرف میں آتا تھا۔ آیت بالا میں جن ارباب استحقاق کا ذکر ہے زیادہ تر انہی پر صرف کر دیا جاتا تھا۔

زکوٰۃ: صرف مسلمانوں پر فرض تھی اور وہ چار مدوں سے وصول ہوتی تھیں نقد روپیہ، پھل اور پیداوار مویشی (بجز گھوڑا) اسباب تجارت، دوسو درہم چاندی، بیس مثقال سونے اور پانچ اونٹ سے کم پر زکوٰۃ نہ تھی۔ پیداوار سے جو زکوٰۃ وصول کی جاتی تھی، اس کے لئے ضروری تھا کہ اس کی مقدار ۵ وسق (۳۰۰ صاع بہ تحقیق امام ترمذی) یا پانچ وسق سے زیادہ ہو۔ سونا اور چاندی کا چالیسواں حصہ وصول کیا جاتا تھا، مویشیوں کا نرخ زکوٰۃ بھی مختلف جنس کی مختلف تعداد پر مقرر تھا جو حدیث اور فقہ کی تمام کتابوں میں مفصل مذکور ہے۔ اراضی کی دو قسمیں کی گئیں، ایک وہ جس کی سیرابی صرف بارش یا بہتے پانی سے ہوتی ہے۔ اس قسم کی

اراضی کی پیداوار میں دسواں حصہ (عشر) وصول ہوتا تھا اور جس کو آبپاشی کے ذریعہ سے سیراب کیا جاتا تھا، اس میں نصف (عشر) یعنی بیسواں حصہ لیا جاتا تھا۔ سبزی پر کوئی زکوٰۃ نہ تھی۔(20)

زکوٰۃ کے آٹھ مصرف تھے جن کی تفصیل خود قرآن مجید نے کردی تھی، فقراء، مساکین، نومسلم، غلام، جن کو خرید کر آزاد کرانا ہے۔ مقروض، مسافر، محصلین زکوٰۃ کی تنخواہ، دیگر کار خیر، عموماً جہاں سے زکوٰۃ کی رقم وصول کی جاتی تھی، وہیں کے مستحقین پر صرف کردی جاتی تھی، صحابہ اس حکم کے اسقدر عادی ہو گئے تھے کہ ایک صحابی کو زیاد نے عامل بنا کر ایک مقام میں بھیجا جب وہ واپس آئے تو زیاد نے ان سے رقم کا مطالبہ کیا۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے جس طرح ہم کرتے آئے تھے وہی ہم نے کیا۔ معاذ بن جبلؓ جب عامل بنا کر یمن بھیجے گئے تو زکوٰۃ کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

وصدقة توخذ من اغنیائهم وترد علی فقرائهم

جزیہ غیر مسلم رعایہ سے ان کی حفاظت اور ذمہ داری کے معاوضہ میں لیا جاتا تھا۔ اس کی مقدار متعین نہ تھی، آنحضرت ﷺ نے اپنے زمانہ میں ہر مستطیع بالغ مرد سے ایک دینار وصول کرنے کا حکم دیا تھا، بچے اور عورتیں اس میں داخل نہ تھیں، ایلہ کے جزیہ کی مقدار ۳۰۰ دینار تھی، عہد نبوی ﷺ میں جزیہ کی سب سے بڑی مقدار بحرین سے وصول ہوتی تھی۔

خراج غیر مسلم کاشت کاروں سے حق مالکانہ کے معاوضہ میں زمین کی پیداوار کا جو مخصوص حصہ باہمی مصالحت طے ہو گیا ہو اس کا نام خراج ہے، خیبر، فدک، وادی القریٰ، تیما وغیرہ سے خراج ہی وصول ہوتا تھا، پھل یا پیداوار کے تیار ہونے کا وقت جب آتا تھا آنحضرت ﷺ کسی صحابی کو بھیج دیتے تھے وہ باغوں اور کھیتوں کو دیکھ کر تخمینہ لگاتے تھے، رفع اشتباہ کے لئے تخمینہ میں سے ثلث کم کر دیا جاتا تھا، بقیہ پر حسب شرائط خراج وصول کیا جاتا۔ خیبر وغیرہ میں آدھی پیداوار پر صلح ہوئی تھی۔ جزیہ اور خراج کی رقم سپاہیوں کی تنخواہ اور جنگی مصارف میں صرف ہوتی تھیں، تمام صحابہ ضرورت کے وقت عام سپاہی تھے، جو کچھ وصول ہو کر آتا تھا آنحضرت ﷺ سب کو اسی وقت تقسیم فرما دیتے۔ اول آپ ﷺ ان لوگوں کو عطا فرماتے تھے جو پہلے غلام رہ چکے تھے۔ ایک رجسٹر پر لوگوں کے نام لکھے ہوتے تھے اسی ترتیب سے نام پکار لئے جاتے تھے، جو لوگ صاحب اہل عیال ہوتے تھے ان کے دو حصے اور مجرد لوگوں کو ایک حصہ ملتا تھا۔(21)

ملک عرب کا اکثر حصہ ریگستانی، پتھریلا شور اور بنجر تھا جو سرسبز قطعیات تھے ان پر بیرونی قومیں قابض تھیں، بقیہ افتادہ زمینیں تھیں، مدینہ اور طائف میں البتہ کاشت کاری ہوتی تھی بقیہ عام عرب تجارت یا لوٹ مار پر زندگی بسر کرتے تھے۔ عربوں کی غیر مامون زندگی کا راز یہی تھا کہ وہ مستقل پیشہ ور نہ تھے۔ اس بنا پر قیام امن کے لئے بھی ضروری تھا کہ زمین نئے سرے سے بندوبست کیا جائے، حجاز یمن میں غیر قوموں

کے انخلاء کے سبب سے یوں بھی بہت سی زمینیں خالی ہوگئی تھیں جن کا انتظام ضروری تھا۔

آنحضرت ﷺ نے عام طور پر صحابہ کو اس کی ترغیب دی۔

من احیا ارضا میتة فھی له من احاط حائطا علی ارض فھی له

جس شخص نے افتادہ زمینوں کو اباد کیا وہ اس کی ملک ہے جس شخص نے کسی زمین کو گھیر لیا وہ اس کی ملک ہے۔

ترغیب عام کے ساتھ خاص خاص انتظامات بھی فرمائے بنونضیر اور قریظہ کے نخلستان اور کھیت خاص بارگاہ نبوت کی ملک قرار پائے اور آپ ﷺ نے اپنی طرف سے ان کو مہاجرین اور بعض انصار میں تقسیم فرمادیا۔ خیبر کی زمین کچھ خالصہ رہی اور بقیہ ان مہاجرین و انصار میں تقسیم فرمادی جو حدیبیہ میں شریک تھے لیکن عملاً یہودیوں کے ساتھ ان کا بندوبست رہا۔ پیداوار کا نصف حصہ وہ خود لیتے تھے اور نصف مالکوں کو ادا کرتے تھے اور جو زمینیں آباد تھیں ان کو بعض شرائط پر اصل مالک کے ہاتھ میں رہنے دیا۔ چنانچہ عک، ذو خیوان، اور ایلہ، اذرح، بحران وغیرہ میں اسی طرح معاملات طے پائے۔ افتادہ زمینیں بھی صحابہ کو بطور جاگیر عطا فرمائیں۔ حضرت وائل کو حضرت موت میں ایک قطعہ زمین عنایت فرمایا۔ بلال بن حارثؓ مزنی کو قابل زراعت زمین کا ایک بہت بڑا ٹکڑا اور کانیں مرحمت فرمائیں۔ حضرت زبیرؓ کو مدینہ کے پاس اور حضرت عمرؓ کو خیبر میں جاگیریں عطا کیں۔ بنو رفاعۃ کو دومتہ الجندل کے پاس زمین عنایت کی۔

یہ جاگیریں اس فیاضی اور وسعت کے ساتھ دی جاتی تھیں کہ ہر شخص حسب استطاعت ان کا انتخاب اور ان کے رقبہ کی تجدید کرسکتا تھا۔ ایک بار آپ ﷺ نے حضرت زبیرؓ کو حکم دیا کہ جہاں تک ان کا گھوڑا دوڑ سکے وہ زمین ان کی جاگیر مین داخل ہوگی۔ چنانچہ انہوں نے گھوڑا دوڑایا جب تک گھوڑا ایک خاص حد تک پہنچ کر رک گیا تو انہوں نے اپنا کوڑا پھینکا اور وہ جس نقطے پر گرا وہی ان کی جاگیر کا رقبہ قرار پایا۔ عرب کی خشک زمین میں سب سے زیادہ ضرورت چشمہ ہائے آب کی تھی۔ چنانچہ ایک بار جب آپ ﷺ نے حکم دیا جو شخص ایسے چشمہ پر قبضہ کرلے جس پر کسی مسلمان نے قبضہ نہیں کیا ہے تو وہ اس کا ہے تو تمام لوگوں نے دوڑ دوڑ کر اپنے اپنے چشموں کے حدود مقرر کرلئے۔

اس فیاضی کی اس قدر شہرت ہوئی کہ لوگوں نے دور دور سے آکر آنحضرت ﷺ سے جاگیروں کی درخواست کرنا شروع کی۔ ابیض بن حمال یمن سے خدمت مبارک میں حاضر ہوئے اور ایک نمک کی کان کی درخواست کی جس کو آپ ﷺ نے منظور فرمالیا۔ لیکن ایک صحابی نے کہا کہ آپ ﷺ نے ان کو جو کچھ جاگیر میں عطا فرمایا ہے وہ پانی کا ایک بہت بڑا چشمہ ہے چونکہ وہ ایک پبلک چیز تھی اس بنا پر آپ ﷺ نے اس کو واپس لے لیا۔

یہ تمام فیاضیاں صرف انہی چیزوں کے ساتھ مخصوص تھیں جن کا تعلق پبلک کے ساتھ نہیں تھا، لیکن جو چیزیں رفاہ عام کے کام آسکتی تھیں ان کو آپ ﷺ نے اسی قدیم حالت پر چھوڑ دیا۔ عرب کا قدیم دستور تھا کہ اپنے مویشیوں کے لئے چراگاہیں متعین کر لیتے تھے جن کو حمیٰ کہتے تھے، عرب میں پیلو کا درخت اونٹوں کی عام غذا تھی اور اس کی متعلق کسی قسم کی روک ٹوک نہ تھی لیکن ابیض ابن حمالؓ نے جب اس کو اپنے حمیٰ میں داخل کرنا چاہا تو آپ ﷺ نے منع فرمایا۔ عرب میں یہ بھی دستور تھا کہ مویشیوں کے چرانے کے لئے رؤسا اور ارباب اقتدار اپنے لئے چراگاہ مخصوص کر لیتے تھے اور وہاں کسی دوسرے کو نہیں آنے دیتے تھے۔ چونکہ اس سے عام لوگوں کو تکلیف ہوتی تھی اس لئے اس طریقہ کو بھی روک دیا۔

اسی طرح عرب میں ایک "مقام دہنا" ہے جس کے ایک طرف بکر بن وائل کا قبیلہ تھا اور دوسری طرف بنوتمیم رہتے تھے، حریث بن حسان نے بکر بن وائل کے لئے اس زمین کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے فرمان لکھنے کا حکم دیا۔ اتفاق سے اس وقت ایک تمیمیہ عورت موجود تھی، آپ ﷺ نے اس کی طرف دیکھا۔ اس نے عرض کی۔ یا رسول اللہ ﷺ! وہ اونٹوں اور بکریوں کی چراگاہ ہے اور اسی کے پاس بنوتمیم کی عورتیں اور بچے بھی رہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا بے چاری سچ کہتی ہے فرمان نہ لکھو"۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، ایک چشمہ اور ایک چراگاہ سب کو کافی ہوسکتا ہے۔(22)

الغرض مندرجہ بالا سیرت النبی ﷺ کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سیرت طیبہ میں ایک مکمل اسلامی حکومت کا نقشہ موجود ہے جس کے لئے سیاسی اصلاحات معاشی اصطلاحات کم امور خارجہ اور دیگر معاشرتی پہلوؤں کو رہنمائی موجود ہے۔ جس کی روشنی میں ایک مکمل اسلامی نظام حکومت قائم ہوسکتی ہے۔

حوالہ جات (REFERENCES)

1. دور نبوی کا نظام حکومت مصنف علامہ عبدالحی کتانی رحمتر جم معظم الحق ناشر ادارہ القرآن وعلوم اسلامیہ گارڈن ایسٹ کراچی: صفحہ نمبر ۱۰، ۱۱

2. دور نبوی کا نظام حکومت مصنف علامہ عبدالحی کتانی رحمتر جم معظم الحق ناشر ادارہ القرآن وعلوم اسلامیہ گارڈن ایسٹ کراچی: صفحہ نمبر ۱۲

3. ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ بحوالہ سیرت النبی ﷺ ج دوم مصنف علامہ شبلی نعمانی علامی سید سلیمان ندوی ناشر دار الاشاعت کراچی: صفحہ نمبر ۱۴

4. سیرت النبی ﷺ جلد دوم مصنف علامہ شبلی نعمانی، علامہ سید سلیمان ندوی ناشر دار الاشاعت کراچی: صفحہ نمبر ۱۴

5. ابو داؤد کتاب الخراج و الامارۃ باب فی الامام یقبل ھدایا المشرکین بحوالہ سیرت النبی ﷺ جلد دوم: ص ۴۱
6. مسند احمد بن حنبل ج ۴: صف ۳۵۸
7. الصحیح البخاری ج اول باب اخراج الیھود من جزیرۃ العرب بحوالہ سیرت النبی ﷺ ج دوم: صفحہ نمبر ۴۲
8. سیرت النبی ﷺ علامہ شبلی نعمانی ج دوم: صفحہ نمبر ۴۶
9. ایضاً: صفحہ نمبر ۴۷
10. صحیح مسلم دوم: صفحہ نمبر ۶۳ کتاب الایمان ناشر قدیمی کتب خانہ
11. صحیح مسلم باب الوعد الشدید لمن عذاب الناس بغیر حق بحوالہ سیرت النبی ج دوم: صفحہ نمبر ۴۷
12. ابو داؤد ج دوم باب ارزاق العمال: صفحہ نمبر ۵۰ بحوالہ سیرت النبی ﷺ علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ
13. ابو داؤد باب اخذ الجزیۃ من المجوس بلاذری بحوالہ سیرت النبی ﷺ علامہ شبلی نعمانی رحمتہ اللہ علیہ جلد دوم: صفحہ نمبر ۵۱۔
14. الصحیح البخاری جلد ۲ صفحہ ۳۷ کتاب الصلح ناشر قدیم کتب خانہ کراچی
15. سیرت النبی ﷺ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ جلد ۲ صفحہ نمبر ۴۵، ۴۴ ناشر دارالاشاعت کراچی
16. الصحیح المسلم جلد ۲ صفحہ ۱۳ ا ناشر قدیمی کتب خانہ کراچی
17. الصحیح المسلم جلد ۲ صفحہ ۱۰۹، فتح الباری جلد ۱۳ صفحہ ۲۱۰
18. سورۃ الانفال آیت نمبر ۱ پارہ ۹
19. سورۃ الانفال آیت نمبر ۴۱ پارہ ۱۰
20. ترمذی شریف کتاب الزکوۃ صفحہ نمبر ۵ ناشر قدیمی کتب خانہ کراچی
21. ابو داؤد کتاب الخراج باب قسم الفئی بحوالہ سیرت النبی ﷺ علامہ شبلی نعمانی جلد ۲ صفحہ ۵۵، ۵۴
22. ابو داؤد کتاب الخراج جلد ۲ بحوالہ سیرت النبی ﷺ علامہ شبلی نعمانی جلد ۲ صفحہ ۵۵، ۵۴